ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ (القرآن)

دار الافتاء
جامعہ محمدیہ معینیہ

سیدہ فاطمہ و سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطالبۂ میراثِ نبوی کی شرعی حیثیت

مصدقہ اکابر علماء اہلسنت

شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی نذیر احمد سیالوی

صاحب دامت برکاتہم العالیہ

03008092933

جامعہ محمدیہ معینیہ عمر ٹاؤن جڑانوالہ روڈ فیصل آباد، پاکستان

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة (القرآن)

دار الافتاء
جامعہ محمدیہ معینیہ

سیدہ فاطمہ وسیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطالبۂ میراثِ نبوی کی شرعی حیثیت

مصدقہ اکابر علماء اہلسنت
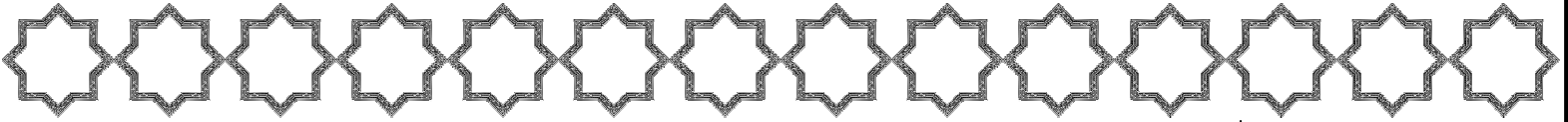
شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی نذیر احمد سیالوی

صاحب دامت برکاتہم العالیہ

03008092933

جامعہ محمدیہ معینیہ عمر ٹاؤن جڑانوالہ روڈ فیصل آباد، پاکستان

تصدیقات وتائیدات

تصدیق وتائید

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا شمس الہدیٰ الرضوی القادری

دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ وعلی آلہ واصحابہ المشادین بادیہ وبعد!

مطالبہ میراث نبوی کے حوالہ سے حضرت علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی دام ظلہ العالی کی سنجیدہ اور تحقیقی تحریر دیکھی، مسرت ہوئی، اس مختصر تحریر میں منہج اہل سنت وجماعت کو اظہر من الشمس وابین من الامس کر دیا گیا ہے۔ اور ہوائے رفض کے رخ کو بڑے محکم انداز میں موڑا ہے۔ اور تفضیلیوں کے دجل وفریب میں آجانے والے علمائے حق کو مخلصانہ دعوت فکر دی گئی ہے۔ میں فقیر رضوی برکاتی اس کی بھرپور تائید وتوثیق وتصدیق کرتا ہوں۔

شمس الہدیٰ الرضوی عفی عنہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ

مبارکپور یو۔پی انڈیا

ومشغول دار الافتا کنز الایمان

یو۔کے

۲۸/ذوالقعدہ سنہ ۱۴۳۲ھ

تصدیق وتائید

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، تلمیذ رشید مفتی اعظم ہند، فقیہ النفس استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمن رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیۃ (انڈیا)

باغ فدک کے تحقیقی فتوی پر

فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی مدظلہ العالی کی تصدیق

محب محترم مولانا نظام الدین صاحب زید حبہ

سلام ورحمت

آپ کے ٹیلی فونی بیان اور ارسال فرمودہ حضرت مفتی نذیر احمد صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ فدک کے مسئلہ کو لے کر رافضیوں کے، حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو "ظالم" کہنے کا رد کرتے ہوئے محترم مولانا ڈاکٹر اشرف جلالی صاحب مدظلہ نے حضرت سیدہ طیبہ زاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے تعلق سے فرمادیا کہ کروروں فضائل ومراتب کے باوجود "خطا پر تھیں" پھر اس کی وضاحت بھی فرمادی کہ ان کی یہ خطا "خطائے اجتہادی" تھی، تو رافضیوں کو چھوڑ کچھ ارباب خانقاہ کے ساتھ، بعض سنی علمائے کرام نے بھی موصوف پر حضرت سیدہ طاہرہ وزاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کی توہین وتنقیص کا الزام قائم کردیا اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ اس کی زد معاذ اللہ رب العلمین کہاں کہاں پڑتی ہے؟ پھر ستم بالائے ستم تو یہ ہوا کہ موصوف کے خلاف مقدمہ بھی درج کرایا اور اسمبلی تک میں قرارداد پیش کرکے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیلوا دیا۔ حیرت ہے کہ یہ سب کچھ "ایران" میں نہیں، اس ملک "پاکستان" میں ہوا جو، شریعت محمدیہ کے علی الرغم "اسلامی جمہوریہ" کہلانا اپنا فخر سمجھتا ہے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ آج اہل بیت اطہار بالخصوص حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روح پاک خود ان ہی کے تقدس کی آڑ میں اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے دئے ہوئے اس حقانی عقیدہ کی پامالی پر کس قدر بے چین ہو رہی ہوگی۔

بلاشبہ شریعت محمدیہ کے مطابق صحابہ کرام بشمول افضل البشر بعد الانبیا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، اسی طرح اہل بیت اطہار بشمول جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہم سے خطائے اجتہادی نہ صرف ممکن بلکہ بسا اوقات واقع بھی ہو چکی ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اس واضح مسئلہ کو دلائل وبراہین کے ساتھ واضح تر کرکے دکھادیا ہے۔

میں محترم مولانا جلالی صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں، وہ بڑے خوش نصیب ہیں کہ کسی جرم میں ماخوذ ہو کر نہیں، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کے والد گرامی کے عطا فرمودہ عقیدہ حقہ کے تحفظ کی خاطر قید وبند کی مشقتیں جھیل رہے ہیں، اس طرح سنت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ کی تجدید ہو رہی ہے۔ کیا بعید کہ خدائے قدیر وہادی ان کی اس اسیری کے صدقے وقت کے جہانگیروں کو ہدایت دے دے۔ میری دعا ہے کہ حقیقی حاکم ومالک دو جہاں اس عقیدہ حقہ کو عطا فرمانے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مولانا موصوف کو اپنے کرم بے پایاں کے حساب اجر جزیل وجمیل عطا فرمائے۔ آمین

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

تصدیق وتائید

استاذ العلماء، حضرت علامہ مولانا مفتی شہباز علی قادری صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

صدر مدرس جامعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

زیر نظر مسئلہ میں صدیوں سے ہمارے اسلاف کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ
رہا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں اور
اہل بیت علیہم الرضوان محفوظ عن الخطاء (یعنی گناہ) ہیں۔
موجودہ دور میں اہل السنۃ والجماعۃ کے فضلاء کو دیکھا گیا ہے
کہ اس مسئلہ میں افراط کا شکار ہو گئے = لہٰذا ضروری تھا
کہ مسلک حق اہل السنۃ والجماعۃ کی صحیح ترجمانی کی جاتی۔
تو میں علامہ نذیر احمد السیالوی کو خراج تحسین پیش
کرتا ہوں جنہوں نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اور اہل
السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی ترجمانی کا حق ادا کیا میں نے
اس رسالہ کے اکثر حصے کا بغور مطالعہ کیا۔ اور
اس نتیجہ پر پہنچا کہ علامہ موصوف نے اپنے محققانہ دلائل سے
مسئلہ کو روز روشن کی طرح آشکار اور واضح کر دیا۔
اللہ تعالیٰ اس عظیم سعی اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف
قبولیت عطا فرمائے آمین

صدر مدرس و مفتی شہباز علی القادری
دار العلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے
فیصل آباد

19-7-2020

تصدیق وتائید

استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا عبد الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

صدر مدرس جامعہ شیخ الحدیث فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ۔ والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد صاحب سیالوی حفظہ اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تحریر کا مطالعہ کیا ہے جس میں آپ نے عقائد اہلسنت کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے

آپ نے اس سے پہلے بھی جیسا دیکھا کہ عقیدہ اہلسنت پہ حملہ ہوا ہے آپ نے اس کا قرآن و حدیث اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں نہ صرف رد کیا بلکہ عقائد اہلسنت کو ثابت کیا

یہ تحریر موجودہ مسئلہ کا بہترین جواب ہے ان شاء اللہ آپ کی سعی جمیلہ کو قبول فرمائے آمین

ہم آپ کی درازی عمر اور صحت کے لیے دعا گو ہیں ۔

محمد عبد الرحیم صدر مدرس جامع شیخ الحدیث نزد دارالامور فیصل آباد
0300-6602411

18-7-2020

تصدیق وتائید

استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالحق چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سابق صدر مدرس جامعہ باروِیہ رضویہ نقشبندیہ آستانہ عالیہ پیر بارو شریف فتح پور (لیہ)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ ایام سے یہ مسئلہ جو کہ علماء کے مابین حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کرنے کے حوالے سے زیر بحث آیا۔ ہم بھی اس بحث ومباحثہ کو مسلسل سن رہے ہیں اسی حوالہ سے شیخ الحدیث مفتی نذیر احمد سیالوی مدظلہ العالی کا مفصل فتوی بندہ کو بھیجا گیا۔ بندہ نے مفتی صاحب کے فتوی کو بغور پڑھا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ مفتی صاحب نے اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے پوری علمی دیانتداری سے مسئلہ کے تمام گوشوں کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ عقیدہ اہلسنت کی مکمل وضاحت فرمائی۔ لہذا بندہ کو مفتی صاحب کے تحریر کردہ اس شرعی فتوی سے مکمل اتفاق ہے اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور جو لوگ عدم تدبر کی وجہ سے الجھن کا شکار ہیں اور اہلسنت میں انتشار اور افتراق کے درپے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مسئلہ کی نزاکت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے

عبدالحق چشتی

0345-3817889

تصدیق وتائید

استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد احسان اللہ نقشبندی صاحب

دامت برکاتہم العالیہ، شیخ الحدیث جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے تاجدارِ ختم نبوت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے باغ فدک کا بطریق میراث مطالبہ فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ موقف عند اللہ نفس الامر میں حکم شرعی کے ساتھ مصادف و موافق نہ ہو سکا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک "لانورث ما ترکنا صدقۃ" (بخاری) نہیں پہنچی تھی یا آپ رضی اللہ عنہا نے اس میں کوئی تاویل فرمائی تھی۔ اور مجتہد کے موقف کی ایسی عدم مصادفت کا نام خطاء فی الاجتہاد یا خطائے اجتہادی ہے۔ جو نہ عیب ہے اور نہ ہی معصیت، بلکہ اس عمل پر حدیث مبارک کی رو سے ایک اجر کا وعدہ ہے اور نہ ہی مجتہد کی طرف اسکی نسبت کرنے میں اسکی کسی قسم کی کوئی بے ادبی یا گستاخی ہے۔ پھر جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث مبارک بیان فرمائی تو آپ نے اپنا مطالبہ ختم فرما دیا اور اسی موقف کو اختیار فرما لیا جسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حدیث مبارک کی رو سے پیش فرما رہے تھے۔ دیگر تمام صحابہ کرام اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کا بھی اسی پر اجماع و اتفاق ہوا اور چودہ صدیوں سے آج تک اسی طرح اہل حق کا یہ اجماع قائم ہے اب اس کے برعکس موقف کو کہ جسے حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا بھی چھوڑ چکی ہیں اور چودہ صدیوں سے پوری امت کے اجماع کے خلاف ہے، مبنی بر صواب قرار دینا، فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی خلاف ہے اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام سمیت حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے اتفاق و اجماع اور چودہ صدیوں سے پوری امت کے اجماع و اتفاق کے بھی خلاف ہے۔ استاذ العلماء علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی صاحب دام ظلہ نے اپنی طرز پر اسی اجماعی موقف کو دلائل و براہین کے ساتھ بڑے سنجیدہ انداز میں تحریر فرمایا ہے اور وہ اس موقف کو اختیار کرنے میں مصیب ہیں۔ اور یہی موقف کنز العلماء ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی کا ہے جسے انہوں نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا تو بعض نے ان پر اعتراض اٹھایا، اگرچہ وہ اپنے پہلے بیان میں لفظ "خطا" کے "اجتہادی" وغیرہ کا لفظ نہ بول سکے مگر انکی مراد یہی تھی کیونکہ تمام قرائن حالیہ و مقالیہ اسی پر دلالت کرتے ہیں اور بعد میں خود انہوں نے بار بار اسکی وضاحت بھی فرما دی جس سے اب ان پر کسی قسم کا کوئی الزام عائد نہیں ہوتا جیسا کہ صاحب بہار شریعت صدر الشریعہ کے فرزند ارجمند محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ نے بھی اسکی صراحت فرما دی ہے بندہ ناچیز راقم الحروف بھی اپنے اسی مذکورہ بالا موقف کو دلائل و براہین کے ساتھ قدرے تفصیل سے تحریر کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز جلد ہی شائع کر دیا جائیگا۔ وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

الراقم: محمد احسان اللہ نقشبندی خادم الحدیث والافتاء
جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

۶ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ
بمطابق
27 جولائی 2020ء

دار الافتاء جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

لمحہ فکریہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطالبہ فدک میں خطا پر تھیں؟

اجمالی جواب:

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محفوظۃ عن الخطا (بمعنیٰ گناہ) ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میراث (مال میں) نہ ہونا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے۔حدیث نبوی:"لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" حضرات اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث مبارک باجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے عموم پر ہے، پس اس مسئلہ پر اجماعِ امت ہے کیونکہ اس پر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے جو اجماعِ امت کی اعلیٰ قسم ہے لہذا بلا شک وشبہ یہ عقیدہ قطعیہ ہے۔اس پر ایمان لازم اور ضروری ہے جو صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ اس کے منافی اور متضاد نظریہ کا انکار کیا جائے اور اسے خطا جانا جائے، جبکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا موقف یہ تھا کہ میراثِ نبوی (مال میں) ہے جو عقیدہ قطعیہ کے متضاد اور منافی ہے لہذا ان کا یہ موقف بالیقین ان کی اجتہادی خطا تھی (جو گناہ اور معصیت نہیں ہے بلکہ بمعنیٰ ضد صواب ہے) تو مطالبہ فدک وغیرہ بھی اس موقف کی بنا پر کیا تھا لہذا وہ بھی خطا ہے کیونکہ اس کا انکار نہ کرنے اور اس کو خطا تسلیم نہ کرنے کی صورت میں حدیث نبوی:"لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" اور اجماعِ صحابہ کرام بر عدمِ میراثِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان ممکن ہی نہیں ہے۔ لہذا حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ومن بعدہم تمام اہل سنت و جماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسئلہ میراثِ نبوی اور مطالبہ میراثِ نبوی میں بالیقین خطا پر تھیں۔اس لیے کہ اس کو خطا (بمعنیٰ ضد صواب) نہ جاننا حدیث نبوی:"لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" اور اجماعِ صحابہ کرام بر عدم میراث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کرنے کے مترادف ہے جو بالیقین رافضیت ہے اور عدم قول عدم اعتقاد کو مستلزم نہیں ہے۔جبکہ ظلم کی انتہاء ہوگئی ہے کہ ایک سنی عالم دین نے اہل سنت کا یہ اجماعی عقیدہ بیان کیا ہے تو اسے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گستاخ قرار دیکر گرفتار کروا دیا گیا ہے کیا سنی علماء کو اس مسئلہ کی نوعیت اور شرعی حیثیت پر غور و فکر کرکے اس کی وضاحت کرنے کی فرصت میسر ہے؟ **بینوا توجروا**

سیدہ فاطمہ وسیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے مطالبۂ میراث نبوی کی شرعی حیثیت

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیہم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم الآية

وباللہ التوفیق

اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارے سروں کا تاج ہیں ان کی و دیگر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمت وشان اور عقائد اہل سنت کا تحفظ ہمارا فریضہ ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ عقائد اہل سنت افراط وتفریط کی بدعات سے پاک اور منزہ ہیں۔ اس لیے کہ اہل سنت کا نصب العین اتباعِ شریعت مطہرہ ہے نہ کہ خواہشِ نفس کی پیروی اور یہی اہل سنت کا طرۂ امتیاز ہے اور عوامِ اہل سنت کو اعمال کے ساتھ عقائد اہل سنت کی تعلیم دینا بھی علماء کرام کے فرائض سے ہے تا کہ وہ گمراہی اور بدعقیدگی سے دور رہیں، اب جبکہ بدعقیدگی اور گمراہی کی تبلیغ عام ہو رہی ہے تو عند اللہ تعالیٰ براءتِ ذمہ کیلئے مذکورہ بالا مسئلہ کی شرعی حیثیت اور عقیدۂ اہل سنت کا بیان لازم اور ضروری سمجھا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اہل سنت و جماعت کے نزدیک حضرات اہل بیت اطہار وغیر اہل بیت تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت، حسنِ عقیدت اور ان کی تعظیم اور ان کا ذکر، خیر کیساتھ ہونا ضروری ہے اور حضرات اہل بیت اطہار کے ساتھ بوجہ قرابتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی محبت اور احترام چاہیے لیکن تعظیم وتکریم میں شرعی حدود ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے، شریعت مطہرہ کا احترام نہ کیا جانا ہی گمراہی اور بدعقیدگی عام ہونے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ آج بھی اگر یہ لوگ شریعت کا احترام کریں تو ان کے تمام مغالطے دور ہو جائیں گے۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے اختلاط کی وجہ سے یہ مصیبت ادھر بھی آ گئی ہے، بہت سارے لوگ اپنے ذوق ہی کو حرف آخر سمجھ رہے ہیں۔

گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ ہی نے رعایت مراتب کی تعلیم دی ہے اس لیے سنیت میں رفض وخروج اور ناصبیت میں سے کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ سنی مزاج میں شریعت مطہرہ کی پاسبانی کرنا ہوگی اور کسی کی ذوقی سنیت

ہرگز قبول نہیں کی جائے گی بلکہ حقیقی سنیت مانی جائے گی ۔ بفضل اللہ تعالیٰ مذہب حق ، مذہب مہذب ، مذہب اہل سنت و جماعت مدون ہے ، کوئی صدری نسخہ نہیں ہے ۔ مذہب اہل سنت کی پابندی اور اس سے وفاداری سب پر لازم اور ضروری ہے ۔ شریعت مطہرہ کے آگے سر تسلیم خم کرنا سب پر فرض ہے ۔ مسئلۂ عصمت میں مذہب اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ انسانوں میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں ۔ جبکہ شیعہ اور روافض حضرات اہل بیت کرام علیہم الرضوان کو بھی معصوم مانتے ہیں اور ان کی عصمت حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت سے بھی اعلیٰ مانتے ہیں ۔ اصول فقہ کی شہرۂ آفاق کتاب "مسلم الثبوت" کی شرح فواتح الرحموت میں بحر العلوم حضرت علامہ عبد العلی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

وأيضا قد تطلق على عدم صدور ذنب لا عمدا ولا سهوا ولا خطأ ، و مع ذلك عدم الوقوع فی خطأ اجتهادی فی حكم شرعی وهذا هو محل الخلاف بيننا وبينهم فهم قالوا : أهل البيت معصومون عن ذلك كله من أنواع الذنوب وأنواع الخطأ ، ويدعون أن فتواهم كقول الأنبياء فی وجوب الاتباع ، و كونه من الله تعالى ، (الى ان قال) وعندنا العصمة بهذا الوجه مختصة بالأنبياء فيما يخبرون بالوحی وما يستقرون عليه ، وأهل البيت كسائر المجتهدين ، يجوز عليهم الخطأ فی اجتهادهم وهم يصيبون ويخطئون و كذا يجوز عليهم الزلة ، وهی وقوعهم فی أمر غير مناسب لمرتبتهم من غير تعمد ، (الى ان قال) لنا ما تواتر عن الصحابة و التابعين من انهم كانوا مجتهدين و يفتون خلاف ما افتى به اهل البيت ولم ينكر ولم يعب احد على احد بل لم يخطئ احد من مخالفة اهل البيت فی الحكم و لم يقل احد بفساد اجتهاد من قال بخلافه .وهذا يفيد علما ضروريا بأن كل واحد من الأئمة بل المقلدين إياهم أيضا من الصحابة ومن بعدهم كانوا عالمين بعدم العصمة عن الخطأ الاجتهادی ويفيد أيضا علما ضروريا بأن أهل البيت أيضا كانوا عالمين بعدم عصمة أنفسهم من هذا الخطأ الاجتهادی ألم تر كيف رد ابن مسعود قول

أمير المؤمنين علی فی عدة الحامل المتوفی عنها زوجها (الی ان قال)فقد بان لك أن الإجماع القطعی الداخل فيه أهل البيت حاكم بأن لا عصمة فی أهل البيت بمعنی عدم جواز الخطأ الاجتهادی منهم فاحفظه . ولنا أيضا قوله تعالی : فإن تنازعتم فی شیء فردوه إلی الله والرسول [النساء : ٥٩] وأهل البيت أيضا داخلون فی الخطاب ففرض عليهم حين التنازع إزاحته بالرد علی الكتاب والسنة . ولم يعب علی منازع أهل البيت فی الأحكام بشیء ، وأيضا لم يقل وأهل بيته. فافهم (فواتح الرحموت 2/ 278_279)

حاصل عبارت یہ ہے کہ عصمت کا اطلاق کبھی گناہ کے عدم صدور پر کیا جاتا ہے کہ نہ عمداً صدور ہو اور نہ سہواً اور نہ خطاء، اور اس کے ساتھ (مزید یہ کہ) حکم شرعی میں اجتہادی خطا میں واقع نہ ہونا۔ یہ محلِ خلاف ہے ہمارے اور شیعہ وروافض کے درمیان۔ انہوں (شیعہ) نے کہا ہے کہ اہل بیت گناہوں کی تمام انواع اور خطا کی تمام انواع سے معصوم ہیں اور وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل بیت کا فتویٰ، (اس کی) اتباع واجب ہونے اور اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قول کی مثل ہے (تا) اور ہمارے نزدیک اس معنیٰ میں عصمت حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مختص ہے اس میں جو وحی الٰہی کے ساتھ خبر دیتے ہیں اور اجتہادی امور میں جس پر ثابت اور برقرار رہتے ہیں۔ اور اہل بیت باقی مجتہدین کی مثل ہیں، ان کے اجتہاد میں ان پر خطا جائز ہے

اہل بیت مصیب بھی ہوتے ہیں اور مخطئ بھی ہوتے ہیں، اسی طرح ان سے زلت کا صدور بھی جائز ہے۔ زلت کا مطلب ہے بغیر قصد اور ارادہ کے کسی ایسے امر میں واقع ہو جانا جو ان کے مرتبہ اور مقام کے مناسب نہ ہو (تا) ہماری دلیل: جو متواتر ہے صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ بیشک وہ مجتہد تھے اور (بعض مسائل میں) اہل بیت کے فتویٰ کے خلاف (بھی) فتویٰ دیتے تھے اور کسی ایک نے کسی پر بھی نہ انکار کیا اور نہ عیب لگایا بلکہ حکم شرعی میں (اجتہاد میں) اہل بیت کی مخالفت کرنے سے کوئی شخص مخطئ نہیں ہو جاتا اور نہ کسی نے اس مجتہد کے اجتہاد کے فساد کا قول کیا جس نے اہل بیت کے موقف کے خلاف قول کیا ہو۔ اور یہ اس امر کے علم ضروری کا فائدہ دیتا ہے کہ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) میں

سے تمام ائمۂ کرام بلکہ ان کے مقلدین بھی اہل بیت کا خطاء اجتہادی سے معصوم نہ ہونا جانتے تھے۔ اور یہ اس امر کے علم ضروری کا بھی افادہ کرتا ہے کہ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ حضرات اہل بیت کرام علیہم الرضوان خود بھی جانتے تھے کہ وہ اجتہادی خطا سے معصوم نہیں ہیں۔

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کیسے رد کر دیا، اس حاملہ خاتون کی عدت کے بارے میں جس کا خاوند فوت ہو جائے (تا) پس ضرور ظاہر ہو گیا تیرے لیے کہ بیشک اجماعی قطعی، جس میں اہل بیت بھی داخل ہیں، حکم لگا تا ہے کہ بیشک اہل بیت میں عصمت بمعنیٰ عدم جواز خطاء اجتہادی نہیں ہے۔ پس اس تحقیق کو محفوظ کر لے۔

اور ہماری دلیل قرآن کریم سے بھی ہے قول باری تعالیٰ:

"فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول " پھر اگر تم کسی شئ کے بارے میں باہمی نزاع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو (یعنی قرآن وحدیث پر پیش کرو) اور اہل بیت بھی اس خطاب میں داخل ہیں تنازع کے وقت ان پر بھی فرض کیا ہے اس کا ازالہ اور اسے دور کرنا کتاب وسنت پر پیش کرنے کے ساتھ اور احکام میں اہل بیت کے ساتھ منازعہ کرنے والے پر عیب نہیں لگایا نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی نہیں فرمایا: فردوہ الیٰ اللہ والرسول واھل بیتہ۔ کہ اس نزاعی امر کو اللہ اور رسول اور رسول کے اہل بیت کی طرف رد کرو۔

مختصر تبصرہ:

فواتح الرحموت کے مصنف بحر العلوم حضرت علامہ عبد العلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم ہستی ہیں جنہیں بڑے بڑے اکابر بھی بحر العلوم ہی مانتے ہیں یعنی علوم کا سمندر۔ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز بھی بحر العلوم کہہ کر ان کی تحقیقات پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں "فتاویٰ رضویہ" تو حضرت بحر العلوم نے یہ مسئلہ اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کوئی ابہام اور شبہ باقی رہتا ہی نہیں۔"

اور انہوں نے تمام اہل بیت کے بارے میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لیکر تمام ائمۂ اہل سنت اور ان کے مقلدین کا موقف اور نظریہ وعقیدہ بیان فرمایا ہے کہ حضرات اہل بیت کرام علیہم الرضوان بھی باقی مجتہدین کی طرح ہی ہیں وہ مسائل شرعیہ میں مصیب بھی ہوتے اور مخطی بھی ہوتے ہیں۔ ان کے اجتہاد میں ان پر خطا جائز ہے "یجوز علیہم الخطاء فی اجتہادھم" بغور ملاحظہ کرلیں۔ یعنی جائز ہے کہ وہ اپنے اجتہاد میں

خطا پر ہوں حضرات صحابہ کرام اور باقی تمام ائمہ اور ان کے مقلدین جانتے تھے کہ اجتہادی خطا سے اہل بیت معصوم نہیں ہیں۔

"هذا يفيد علما ضروريا بان كل واحد من الائمة بل المقلدين ايا هم ايضا من الصحابة و من بعدهم كانوا عالمين بعدم العصمة عن الخطأ الاجتهادي ۔"

بغور ملاحظہ کرلیں۔ یہاں علم ضروری، علم استدلالی کا مقابل ہے۔

"يفيد ايضا علما ضروريا بان اهل البيت" الخ

خود اہل بیت کرام علیہم الرضوان کو اس بات کا علم ہے کہ ہم اجتہادی خطا سے معصوم نہیں ہیں۔

حضرات چارتن پاک علیہم الرضوان میں سے سب سے زیادہ علم والے تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں مسائل شرعیہ میں ان کے بعض اقوال کو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رد کیا ہے۔ الم تر كيف رد ابن مسعود قول امير الؤمنين علي في عدة الحامل الخ

کتب حدیث میں یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ مذکورہ میں حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابعد الاجلین والے موقف کو صرف خطا ہی نہیں سمجھا بلکہ قطعی خطا جانا ہے اس لیے کہ آپ نے مباہلہ کی دعوت دی ہے "من شاء باهلته "جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرتا ہوں کہ سورۂ نساء قصریٰ، سورۂ بقرہ کی آیت: "والذين يتوفون منكم "الاية۔ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ مباہلہ تو اس صورت میں ہی کیا جاتا ہے جب دوسرے فریق کے موقف کو قطعی اور یقینی خطا سمجھا جائے۔ اور دوسرے ائمۂ کرام کی اکثریت نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کیا ہے۔

"فقد بان لك ان الاجماع القطعي الداخل فيه اهل البيت حاكم "الخ

بغور ملاحظہ کرلیں۔ حضرت بحر العلوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اجماع قطعی، جس میں اہل بیت بھی داخل ہیں۔ حاکم ہے کہ اہل بیت سے اجتہادی خطا جائز نہ ہونے کے معنی میں اہل بیت میں کوئی عصمت نہیں ہے اور پھر اسے قرآن کریم سے بھی ثابت کیا۔ وللہ الحمد۔
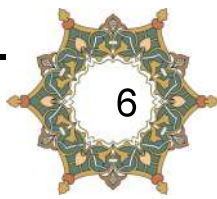
حضرت بحر العلوم رضی اللہ تعالی عنہ کی تحقیق سے وہ لوگ اپنی اصلاح کرلیں جو سراسر غلط دعویٰ کررہے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطا کی نسبت آج تک کسی نے کی ہی نہیں۔ جب تمام اہل بیت کرام علیہم الرضوان کے بارے میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لیکر اجماعی مذہب اور اجماعی نظریہ وعقیدہ یہ ہے جو آپ ملاحظہ کرچکے ہیں۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا موقف میراث نبوی کے بارے میں نصِ صریح کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کے خطا ہونے پر اجماعِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے اور ایسے ہی بعد والی ساری امت میں شیعہ وروافض کے سوا تمام امت کا اس کے خطا ہونے پر اجماع ہے، تو پھر ایسے دعاوی کا کیا جواز ہے؟ ان حضرات نے قول نہ کرنے اور قائل نہ ہونے کا مطلب ایک ہی سمجھ رکھا ہے حالانکہ قائل نہ ہونے کا مطلب معتقد نہ ہونا ہے اور عدم قول عدم اعتقاد کو مستلزم نہیں ہے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرات انصار علیہم الرضوان نے ریاستِ مدینہ کا امیر انصار سے منتخب کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا جو حدیث متواتر "**الائمة من قریش**" کے خلاف ہونے کی وجہ سے بلا شک وشبہ خطا تھا (شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں فرمایا: میں نے کوئی چالیس صحابہ کرام کی روایت سے اس حدیث کے طرق جمع کیے ہیں) اس فیصلہ کے خطا ہونے پر بشمول انصار تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے، ایسے ہی بعد والی تمام امت کا بھی اجماع ہے۔ جب اس فیصلہ کرنے میں حضرات انصار علیہم الرضوان کے خطا پر ہونے پر اجماع امت ہے، تو اس کے باوجود کیا ائمۂ کرام کی تصریحات کوئی فاضل پیش کرسکتا ہے کہ حضرات انصار علیہم الرضوان اس وقت خطا پر تھے؟

جب مسئلۂ خلافت میں حدیث نبوی کے خلاف رائے اور موقف کا خطا ہونا یقینی ہے اور اس پر اجماع امت ہونا ثابت کرنے کیلئے کسی امام کی تصریح پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی مطالبۂ تصریح درست ہے تو اسی طرح مسئلۂ میراثِ نبوی میں حدیث نبوی کے خلاف موقف کا خطا ہونا بھی یقینی ہے تو اس پر اجماع امت ہونا، ثابت کرنے کیلئے بھی کسی امام کی تصریح اور قول پیش کرنے کی نہ حاجت اور ضرورت اور نہ ہی مطالبہ درست ہے۔ کیونکہ علمائے حق میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوسکتا جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی صریح حدیث کے خلاف موقف کو خطا یقین نہ کرتا ہو جس حدیث کے معنیٰ ومراد کے تعین پر بھی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہو۔

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

نیز اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ ایک طرف سنیت کے لبادہ میں رافضیت گھس آئی ہے اور پوری طرح اپنے پنجے گاڑ چکی ہے، سنیت کے دعویٰ کے باوجود مذہب اہل سنت کے اجماعی عقائد کا انکار بھی کیے جا رہے ہیں کبھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت پر اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان ہونے کا انکار ہے۔ کبھی افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار ہے، کبھی ایمان ابی طالب نہ ماننے والے تمام اہل اسلام کو خارج از اسلام قرار دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف ہمارے مخالف فرقہ نے اس طرح منہ کھولا ہے بالخصوص حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ایسی غلیظ زبان استعمال کی جا رہی ہے کہ بازاری زبان بولنے والے بھی سن کر کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور حضرات اہل بیت کو مظلوم قرار دے کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے تو ایسے حالات میں حقیقت واقعیہ کی وضاحت کرنا علمائے اہل سنت کا فریضہ ہے اللہ تعالیٰ اس فریضہ کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمین یارب العالمین**

حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی امید رکھتے ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ وہ محفوظۃ عن الخطاء ہیں لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہوں سے محفوظ ہیں نہ یہ کہ مسائل شرعیہ اور احکام شرعیہ کی تحقیق میں ان سے کوئی خطا نہیں ہوسکتی۔ خطا لفظ مشترک ہے اس کے متعدد معانی ہیں۔ ایک معنیٰ گناہ ہے اور دوسرا معنیٰ ضدِ صواب و نقیض صواب یعنی ناراست ہے (جو صواب اور درست نہیں)

احکام شرعیہ میں کسی فقیہ عالم سے سہو ہو جانا گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرنا نہیں ہے بلکہ وہ خطا بمعنیٰ ضد صواب ہے یعنی اس کا موقف صواب اور درست نہیں ہے۔ میراث نبوی کے مسئلہ میں انہیں غلطی لگ گئی تھی اس پر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد بھی شیعہ و رافض کے سوا ساری امت کا اجماع ہے، محفوظۃ عن الخطاء ہونے سے میراث نبوی میں خطا واقع نہ ہونے پر استدلال تو خلطِ مبحث اور سنگین غلطی ہے یا بالارادہ دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیھم و علیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین
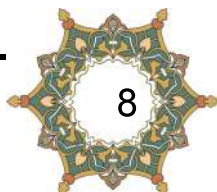
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وباللہ التوفیق :اس مسئلہ کو جاننے کے لیے ضروری وضاحت: ۔

(الف)

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاءِ کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مالی میراث نہیں ہوتی وہ نفوس قدسیہ جو اموال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں تو اس مسئلہ پر اجماع امت ہے اس لیے کہ اس پر تمام مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے جو اجماعِ امت کی اعلیٰ قسم ہے۔تو اس کے بعد کسی کا خلاف اس مسئلہ کے اجماعی اور اتفاقی ہونے پر اثر انداز نہیں ہوسکتا، جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔جبکہ اس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد بھی شیعہ اور روافض کے سوا تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا نورث ما ترکنا صدقۃ" (صحیح بخاری ومسلم وکتب کثیرہ)

ترجمہ: ہمارا (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا) کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے

"انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" (سنن کبری للامام النسائی:ج6/98)

ترجمہ: بیشک ہم جماعت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا۔تا آخر

اس حدیث کی اور بھی متعدد روایات ہیں اور اسکے راوی صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہیں ہیں بلکہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ہے، جیسا کہ کتب احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اور حدیث نبوی کا حجت شرعیہ ہونا قرآن کریم کی متعدد آیات مقدسہ سے ثابت ہے لہذا یہ مسئلہ قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے۔

(ب)

ارشاد باری تعالیٰ:"یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (الی ان قال) وان کانت واحدۃ فلھا النصف۔ الآیۃ (سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۱)
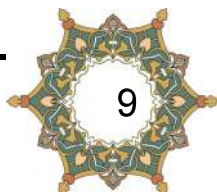
ترجمہ: اللہ (تعالیٰ) تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے (تا) اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔

اس آیت میں خطاب خاص امت کے لیے ہے۔ لہذا حدیث مبارک: "لا نورث ما ترکنا صدقة" قرآن کریم کے مخالف نہیں ہے بلکہ اس حدیث مبارک نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ آیت مبارکہ "یوصیکم اللہ" الآیۃ میں خطاب خاص امت کے لیے ہے نہ کہ امت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں مخاطب ہیں۔

اور اگر "یوصیکم اللہ" میں خطاب عام بھی تسلیم کیا جائے تو پھر یہ عام مخصوص البعض ہے۔ اس تقدیر پر بھی اس آیت مبارکہ اور حدیث مذکور میں تعارض نہیں ہے بلکہ حدیث شریف اس آیت مبارکہ کے لیے مخصص ٹھہری۔

بہرصورت اس امر پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے کہ اس آیت مبارکہ میں مذکور حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے ہرگز ثابت نہیں ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح نص موجود ہے: "لا نورث ما ترکنا صدقة" دوسری روایت میں ہے "انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقة" تیسری روایت میں ہے "لا نورث ما ترکنا فھو صدقة"

حاصلِ کلام:

یہ مسئلہ قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ و السلام کی میراث تھی ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مال چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ اس پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح نص موجود ہے جسے حضرات اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور اس حکم شرعی پر بوجہ صریح نص ہونے کے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے جو اجماعِ امت کی اعلیٰ قسم ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد بھی شیعہ اور روافض کے سوا تمام علمائے امت کا اس پر اجماع ہے۔ وللہ الحمد

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا موقف اور دلیل:

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی دینی بصیرت کے مطابق یہی سمجھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے اور اس میں میرا حصہ بھی ہے۔ تو آپ نے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا حصہ طلب کیا۔ اب کیا حدیث نبوی:
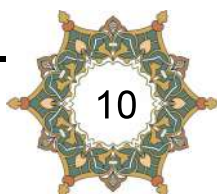
"لا نورث ما ترکنا صدقة "علم میں آنے کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میراث طلب کی تھی یا پہلے اس بارے میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حدیث نبوی سننے سے پہلے میراث طلب کی تھی۔اور آپ نے سورۂ نساء کی آیت مبارکہ :یوصیکم اللہ فی اولادکم (الیٰ ان قال)و ان کانت واحدة فلھا النصف سے استدلال کیا۔کہ اگر ایک بیٹی ہو تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت آپ کی اولاد پاک سے صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی بقید حیات موجود تھیں۔

شیخ الاسلام حضرت امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

قیل ان طلبھا لذلك کان قبل ان تسمع الحدیث الذی دل علی خصوصیة سیدنا رسول اللہ ﷺ بذلك و کانت متمسکة بآیة الوصیة:و ان کانت واحدة فلھا النصف۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 19/15)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میراث طلب کرنا آپ کے اس حدیث کو سننے سے پہلے تھا جو حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت پر دلیل ہے کہ آپ کی (مال میں) میراث نہیں ہے۔اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آیت وصیت :"و ان کانت واحدة فلھا النصف "کے ساتھ استدلال کر رہی تھیں۔آپ نے قول باری تعالیٰ :"یو صیکم اللہ" میں خطاب عام سمجھا کہ امت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں مخاطب ہیں اور اس آیت میں مذکورہ احکام سب کے لیے ہیں۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میراث طلب کرنا حدیث نبوی :"لا نورث ما ترکنا صدقة" سننے کے بعد تھا۔اور آپ اس حدیث شریف کی تاویل کر رہی تھیں کہ اس حدیث کے عموم کی تخصیص کا اعتقاد رکھتی تھیں۔

(عمدۃ القاری 19/15)

جبکہ احادیث صحاح سے یہ تو ثابت ہے کہ بنفس نفیس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طلب میراث کے لیے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانا حدیث نبوی :"لا نورث ما ترکنا صدقة "علم میں آنے کے بعد تھا۔البتہ پہلی بار حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنے کے وقت حدیث نبوی آپ کے علم میں تھی یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۔ کیونکہ اس میں دونوں احتمال ہیں

نیز آپ نے قیاس کے ساتھ تمسک اور استدلال کیا۔

حضرت امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: جاءت فاطمة إلى أبي بكر، فقالت: من يرثك؟ قال: أهلي، وولدي، قالت: فما لي لا أرث أبي؟ فقال أبو بكر: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا نورث، ولكني أعول من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعوله، وأنفق على من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق عليه: قال ابو عيسى: وفي الباب عن عمر، وطلحة، والزبير، وعبد الرحمن بن عوف، وسعد، وعائشة وحديث أبي هريرة حديث حسن غريب من هذا الوجه (جامع ترمذی ص 509: رقم الحدیث 1608 مطبوعہ الریاض/ مسند امام احمد 23,24/1 / فتح الباری 249/6) والنظم من الاول

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور کہا:

آپ کا وارث کون ہوگا؟

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے اہل اور میری اولاد تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: پھر میں اپنے ابا جان کی وارث کیوں نہیں ہوسکتی؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے "لا نورث" ہمارا (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا) کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا۔لیکن میں ان کی عیالداری کرونگا جن کی عیالداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے اور میں ان پر خرچ کرونگا جن پر (حضور اکرم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ کرتے تھے،،

اس حدیث کے الفاظ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد باری تعالیٰ: "یوصیکم اللہ" کا خطاب امت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عام سمجھا اور یہ قانون وراثت سب کیلئے جانا، ورنہ آپ قیاس مذکور بطور حجت اور دلیل پیش نہ کرتیں۔

شیخ الاسلام حضرت امام بدرالدین محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کی طویل حدیث

سے مستفاد فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"وفيه: أنه لا ينكر أن يخفى على الفقيه والعالم بعض الأمور مما علمه غيره، كما خفي على فاطمة التخصيص في ذلك، و كذلك يقال: إنه خفي على علي، رضي الله تعالى عنه، ذلك و كذلك على العباس حتى طلبا الميراث، وقد يقال: لم يخف ذلك عليهما، وإنما كانا ذهلا ونسيا حتى ذكرهما أبو بكر فرجعا إليه، بدليل أن عمر نشدهما بالله: هل تعلمان ذلك؟ فقالا: نعم "

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 26/15)

ترجمہ: اور اس حدیث شریف سے مستفاد فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اس امر کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک فقیہ اور عالم پر بعض امور مخفی اور پوشیدہ ہوں جو دوسرے فقیہ اور عالم کو معلوم ہوں جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر (مسئلہ میراث میں) یوصیکم اللہ میں تخصیص مخفی تھی۔ اور اسی طرح کہا جاتا ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ تخصیص مخفی تھی اور ایسے ہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر، حتی کہ ان دونوں حضرات نے میراث طلب کی۔ اور یہ بات بھی ضرور کہی جاتی ہے کہ ان دونوں حضرات پر آیت میں تخصیص مخفی نہیں ہوئی تھی۔ انہیں صرف ذھول اور نسیان ہوا تھا حتی کہ دونوں حضرات کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد دلایا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں حضرات سے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر سوال کیا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "لا نورث ما ترکنا صدقة" فرمایا ہے؟ تو دونوں حضرات نے فرمایا: ہاں"

جبکہ حدیث شریف کی دوسری روایت میں اصل الفاظ یہ ہیں اتعلمان ان رسول الله ﷺ قد قال ذالك ؟ کیا تم جانتے ہو کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرور یہ ارشاد گرامی "لا نورث ما ترکنا صدقة: فرمایا ہے ؟ تو دونوں حضرات نے جواب میں فرمایا: قد قال ذلك" حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد مقدس ضرور فرمایا ہے (صحیح بخاری ومسلم)

راقم الحروف کہتا ہے یہی بات حق وصواب ہے کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر یہ

تخصیص مخفی نہیں ہوئی تھی بلکہ انہیں صرف ذھول اور نسیان ہوا تھا۔؛اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان:"لا نورث ما ترکنا صدقہ" پہلے ان کے علم میں تھا جیسا کہ صحیحین کی اس حدیث مبارک سے خوب واضح ہے   وللہ الحمد

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلیل اور اصولی کلام:

یہ امر اہل علم کے لیے کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا **"یوصیکم اللہ"** سے استدلال کرنا اور قیاس مذکور تب صحیح ہوتا جب ارشاد باری تعالیٰ:**"یوصیکم اللہ"** کا خطاب اور اس آیت میں بیان کردہ حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی ثابت ہوتا، حالانکہ یہ خطاب صرف امت کے لیے ہے۔ اس لیے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صریح نص موجود ہے۔

"لا نورث ما ترکنا صدقة" اس حدیث مبارک نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ اس آیت میں خطاب صرف امت کے لیے ہے

اور اگر آیت مبارکہ میں خطاب عام مخصوص البعض بھی مانا جائے تو یہ حدیث مبارک اس آیت کے لیے مخصص ہوگی، تو نتیجہ پھر بھی وہی ہے کہ یہ حکم میراث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے ثابت نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی ذات اقدس کے بارے میں آپ کی طرف سے صریح نص موجود ہے۔لہذا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس آیت سے استدلال کرنے میں مصیبہ نہیں تھیں اور نہ ہی اپنے قیاس میں مصیبہ تھیں۔

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں میراث کا حکم شرعی جاننے میں مصیبہ نہیں تھیں انہوں نے جو حکم شرعی سمجھا وہ درست نہیں تھا کیونکہ وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صریح نص کے خلاف تھا۔

دوسری حدیث:

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"عن عائشه ان فاطمة و العباس عليهما السلام اتيا ابابكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله ﷺ و هما حينئذ يطلبان ارضيهما من فدك وسهمهما من خيبر۔فقال لهما ابوبكر سمعت رسول الله ﷺ يقول : لا نورث،ما تركنا صدقة،انما ياكل آل محمد من هذا المال،قال ابوبكر والله

لاادع امراً رایت رسول اللہ ﷺ یصنعه فیه الاصنعته"
(صحیح البخاری مع الفتح 12 / 4)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدنا عباس علیہا السلام حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، دونوں حضرات طلب کرتے تھے اپنی میراث رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اور وہ دونوں اس وقت طلب کرتے تھے اپنی زمین فدک سے اور اپنا حصہ خیبر سے۔

تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ارشاد فرما رہے تھے: ہمارا (انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا) کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا، ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، اس کے سوا نہیں کہ آل محمد اس مال سے کھائیں گے۔

(نیز) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں کوئی ایسا امر ترک نہیں کرونگا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اس مال میں وہ امر کرتے تھے مگر میں وہ کرونگا"۔

جب کہ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فانی اخشی ان ترکت شیئاً من امرہ ان ازیغ (صحیح البخاری مع العمدۃ 19/15)

ترجمہ: اس لیے کہ بے شک میں خوف کرتا ہوں کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے امر سے کوئی شئ چھوڑ دوں گا تو میں راہِ اعتدال سے ہٹ جاؤں گا۔

تیسری حدیث

"عن عائشة : ان فاطمة علیها السلام بنت النبی صلی الله علیه وسلم ارسلت الی ابی بکر تساله میراثها من رسول الله صلی الله علیه وسلم مما افاء الله علیه بالمدینة وفدك و مابقی من خمس خیبر فقال ابو بکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لا نورث ما ترکنا صدقة الحدیث"
(صحیح البخاری: ص 719 رقم الحدیث: 4240)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: بیشک سیدہ فاطمہ علیہا السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی نے امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کرتی تھیں اپنی میراث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے، اس مال سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لوٹا دیا مدینہ منورہ میں اور فدک میں اور جو بچ رہا تھا خیبر کے خمس سے۔ پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "لا نورث ما ترکنا صدقة"

چوتھی حدیث:

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی طویل حدیث میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا:

"فلما توفی رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابو بكر: انا ولی رسول الله صلى الله عليه وسلم فجئتما، تطلب ميراثك من ابن اخيك و يطلب هذا ميراث امراته عن ابيها فقال ابو بكر: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نورث ما تركنا صدقة"

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 4577 ص 778 مطبوعہ الریاض، جامع الترمذی: رقم الحدیث 1610 ص 510، سنن کبری للامام النسائی 6/99)

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوگیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں، تو تم دونوں (ان کے پاس) آئے، تم (اے عباس رضی اللہ عنہ) اپنی میراث طلب کرتے تھے اپنے بھتیجے کی طرف سے، اور یہ (یعنی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی کی میراث طلب کرتے تھے ان کے باپ کی طرف سے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "ما نورث ما ترکنا صدقة"۔ ہمارا کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا، ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

ضروری وضاحت:

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعدد اسانید کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آدمی بھیج کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی میراث کا سوال کیا اور صحیحین میں ہی حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعدد اسانید کیساتھ یہ حدیث بھی مروی ہے کہ بنفس نفیس حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے میراث کے بارے میں۔ جبکہ صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن کبریٰ کی حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میراث کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور میراث طلب کی۔ یہ تمام احادیث صحیحہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی تعارض اور تناقض نہیں ہے اس لیے کہ ان کے درمیان تطبیق وتوفیق واضح ہے اس طرح کہ چونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک پردہ نشین خاتون اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھی لہذا ضرورت اور حاجت کے بغیر بنفس نفیس خود آپ کا امیر المؤمنین کے پاس تشریف لے جانا مستبعد ہے اس لیے پہلے آپ نے آدمی بھیج کر میراث طلب کی اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ ایسے اہم معاملہ میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کرنے کے لیے اہم ترین شخصیت کا انتخاب ہی ہونا چاہیے تھا تو دوسری حدیث کی تصریح کے مطابق وہ شخصیت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجہ مرد ہونے کے پہلی دفعہ ہی بنفس نفیس خود تشریف لے گئے تو اس طرح پہلی بار حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میراث طلب کی ہے جیسا کہ صحیح مسلم و جامع ترمذی وسنن کبری کی حدیث صحیح میں موجود ہے۔ جب کہ ان دونوں حضرات کو امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مقدس: " لا نورث ما ترکنا صدقة" سنایا تو یہ حضرات واپس تشریف لے آئے تو ظاہر ہے کہ ان حضرات نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو امیر المؤمنین کے جواب سے آگاہ فرمایا تو اس کے بعد بنفس نفیس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امیر المؤمنین کے پاس تشریف لائیں اور ان کے ساتھ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور دونوں حضرات نے امیر المؤمنین سے میراث طلب کی۔

نیز جامع ترمذی کی حدیث حسن بھی اس ترتیب کو واضح کر رہی ہے: اس میں ہے: جاءت فاطمة الی

ابی بکر فقالت من یرثك؟ قال اهلی وولدی قالت فمالی لاارث ابی؟

اس حدیث میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اندازِ تخاطب اور مکالمہ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مسئلہ میں پہلے بات ہو چکی تھی اور انہوں نے ان حضرات کا مطالبہ پورا نہیں کیا تھا تو حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود تشریف لائیں اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ساتھ لائیں اور امیر المؤمنین سے میراث طلب نہیں کی بلکہ مناظرانہ انداز میں دلیل پیش کی: کہ تمہارا کون وارث ہوگا؟ تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے اہل اور میری اولاد، تو حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: تو پھر میں اپنے ابا جان کی وارث کیوں نہیں ہو سکتی؟

تو امیر المؤمنین خلیفۂ رسول کریم ﷺ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک "لا نورث ما ترکنا صدقة" سنائی اور مزید جو ارشادات فرمائے وہ صحیحین وغیرھما من الکتب الحدیثیة کے صفحات پر چمن رہے ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے: ان احادیث کے درمیان اس تطبیق وتوفیق اور واقعات میں اس ترتیب کے سوا کوئی قول اہل علم کے نزدیک صرف مستبعد ہی نہیں بلکہ غیر معقول اور فاسد قرار پائے گا۔

نیز ان احادیث سے کسی ایک کو معتبر ماننا اور باقی کو غیر معتبر قرار دینا سنگین غلطی ہے، کیونکہ دوسری احادیث صحیحہ کے انکار یا عدم اعتبار کا اصولی کوئی جواز ہی نہیں ہے۔

ضروری تنبیہ:

ان احادیث صحیحہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئی ہیں تو اس سے پہلے ان کے علم میں حضور نبی کریم ﷺ کی صریح نص: "لا نورث ما ترکنا صدقة" آچکی تھی، کیونکہ پہلی مرتبہ جب حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور میراث طلب کی تو خلیفۂ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ حدیث مبارک سنائی تو ان حضرات کا واپس جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خلیفۂ رسول کریم ﷺ کے جواب سے آگاہ نہ کرنا، ناممکن ہے، تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث نبوی سن کر مطالبۂ میراث کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو ساتھ لیکر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بنفس نفیس تشریف لائیں اور اپنا موقف حق ثابت کرنے کے لیے قیاس سے تمسک کیا جو جامع ترمذی کی حدیث حسن میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں لیکن خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات کو بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہی فرمان مقدس سنایا۔ اس حقیقت واقعیہ سے وہ فضلاء اپنی اصلاح کر لیں جو کہہ رہے ہیں کہ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث نبوی کا علم ہونے کے بعد میراث نبوی کا مطالبہ کرتیں تو پھر خطا ہوتی، ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ صحیحین کی احادیث صحاح سے تو یہ بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان فضلاء کو حق کے اعلان واظہار کی توفیق دے اور یہ فوری اپنے اخلاص کا مظاہرہ کریں اور اپنی غلطی کی تلافی کر لیں۔ آمین یارب العالمین

اور ایسے ہی حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دوبارہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ تشریف لے گئے اور میراث طلب کی تو اس سے پہلے یہ حدیث نبوی ان کے علم میں بھی تھی۔ اس لیے کہ پہلی بار جب حضرت سیدنا علی مرتضیٰ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور میراث طلب کی تو آپ نے ان حضرات کو یہ حدیث نبوی سنادی تھی اور ان حضرات کا مطالبہ پورا نہ کرنے میں اپنا شرعی عذر بیان فرما دیا تھا

یعنی سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے جانا اور میراث طلب کرنا حدیث مبارک "لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" ان حضرات کے علم میں ہونے کے حال میں تھا نہ کہ عدم علم کے حال میں

اس سے وہ فضلاء اپنی اصلاح فرمالیں جنہوں نے لکھا ہے کہ عدم علم کی صورت میں مطالبہ یا سوال کرنا خطا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان حضرات کا مطالبۂ میراث اور میراث نبوی ہونے کے موقف پر قائم رہنا عدم علم کی صورت میں نہیں تھا بلکہ حدیث نبوی علم میں ہونے کے حال میں تھا جیسا کہ صحیحین کی مذکورہ احادیث سے ثابت ہے، البتہ بعد میں انہوں نے اپنے اس موقف سے رجوع کر لیا تھا۔

امید ہے کہ یہ فضلاء بھی اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبول حق کا اعلان واظہار فوری کریں گے

اب سوال یہ ہے کہ حدیث نبوی علم میں ہونے کے باوجود میراث نبوی ہونے کے موقف پر قائم رہنا اور میراث طلب کرنا اور اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے قیاس مذکور پیش کرنا اور "یوصیکم اللہ فی اولادکم"

الآیۃ میں خطاب جوصرف امت کیلئے ہے، شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی صریح نص علم میں ہونے کے باوجوداس خطاب کوامت اورحضور نبی کریم ﷺ کیلئے عام سمجھنا، خطاہے یاصواب؟

نیز حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنافھو صدقۃ" اپنے عموم پر ہے اوراس پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے اور ایسے ہی شیعہ اور روافض کے سوا باقی تمام امت کا بھی اس پر اجماع ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے۔

بالخصوص اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان اس امر پر قطعی دلیل ہے کہ اس حدیث نبوی سے حضور نبی کریم ﷺ کی مراد بھی یہی ہے کیونکہ حدیث نبوی سے جوحضور نبی کریم ﷺ کی مراد نہیں ہے وہ معنی مراد لینا باطل اور غلط ہے جبکہ دلائل شرع سے ثابت ہے کہ باطل اور غلط امر پر امت مسلمہ کا اجماع ہوجانا، ناممکن اور محال ہے۔

جبکہ حدیث نبوی :"لا نورث ما ترکنا صدقۃ " علم میں آجانے کے باوجود حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طلب میراث کی غایت توجیہ ائمۂ اہل سنت نے یہ کی ہے کہ آپ کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ حدیث نبوی اپنے عموم پرنہیں ہے آپ اس میں تخصیص کی قائل تھیں اور یہ سمجھ رہی تھی کہ میراث نہ ہونے کا حکم صرف اشیاءمنقولہ کی حدتک محدود ہے زمین اور باغات وغیرہ میں میراث ممتنع نہیں ہے.

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وکانھا اعتقدت تخصیص العموم فی قولہ :لا نورث ،ورأت ان منافع ما خلفہ من ارض وعقار لا یمتنع ان تورث عنہ (فتح الباری249/6)

ترجمہ: اورگویا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث نبوی "لا نورث" الحدیث: میں عموم کی تخصیص کا اعتقاد رکھتی تھیں اورآپ یہ رائے رکھتی تھیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جومنافع زمین اور کھجور کے درخت (باغ) اورمنزل وغیرہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں ان میں آپ کی وارثت جاری ہونا (شرعا) ممتنع نہیں ہے۔

توکیا جس حدیث نبوی کا عموم پرہونا قطعی ہے توحضور نبی کریم ﷺ کی مراد کے خلاف اس میں تخصیص کا اعتقاد رکھنا اورزمین وباغات وغیرہ غیرمنقولہ جائیداد میں حضور نبی کریم ﷺ کی وراثت جاری ہونا ممتنع نہ جاننا، خطاہے یاصواب ہے؟

بلاشبہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا احترام لازم اورضروری ہے لیکن شریعت مطہرہ کا احترام اور

تحفظ بھی تو فرض ہے اور یہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ کی حفاظت ہے۔ بہت سارے لوگوں نے اپنے ذوق ہی کو شریعت سمجھ رکھا ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

مسئلۂ میراثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دو موقف:

مطالبۂ میراث کی روایات سے دو موقف روز روشن کی طرح واضح ہیں حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی دینی بصیرت کے مطابق یہی سمجھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے اور اس میں ہمارا حصہ ہے۔تو ان حضرات نے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے حصہ کا تقاضا کیا اور شروع میں حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی موقف تھا کہ میراث نبوی ہے جبکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس :"لا نورث ما ترکنا صدقة" سنایا۔تو ان حضرات نے اپنا موقف ترک کر دیا۔اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس پر اجماع اور اتفاق ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث (مال میں) ہے ہی نہیں ۔اور حدیث نبوی : "لا نورث ما ترکنا صدقة" (جسے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے)اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث نہ ہونا قطعیات اسلام سے ہے اور یہ عقیدہ قطعیہ ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت مطہرہ کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اور فیصلہ حق و صواب اور عینِ اسلام ہے کیونکہ سید الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا تھا بلکہ حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی اور آپ کی صریح نص بیان فرمائی تھی ۔اور حضرت سیدہ فاطمہ و حضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مسئلہ کے سمجھنے اور مطالبۂ میراث کرنے میں مصیب نہیں تھے۔

اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان :"لا نورث ما ترکنا صدقة " سننے اور تامل کرنے کے بعد انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور دوبارہ تقاضا نہ کیا ؟ جیسا کہ مذہب اہل السنت و الجماعت ہے۔

یا فریقین کا موقف از روئے شریعت مطہرہ حق وصواب اور درست تھا؟

اس لیے کسی فریق کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے اس مسئلہ میں سہو ہوئی ہے، اس کا موقف حق و صواب اور درست نہیں تھا، کسی فریق کی طرف خطا (بمعنی ضد صواب) کی نسبت نہیں کر سکتے بلکہ یہی کہا جائے گا ان میں سے کوئی بھی خطا پر نہیں تھا۔

راقم الحروف کہتا ہے:

اس مسئلہ میں مذکورہ دونوں موقف شرعاً حق وصواب اور درست ہونا ناممکن اور محال ہے۔

اس لیے کہ ایک موقف ہے: کہ حضور نبی کریم ﷺ کی میراث ہے اور دوسرا موقف ہے کہ آپ ﷺ کی میراث نہیں ہے.

پہلا موقف حضور نبی کریم ﷺ کی نص صریح کے خلاف ہے جبکہ دوسرا نص صریح کے عین مطابق ہے۔

اور اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ موافق نص شارع اور مخالف نص دو متضاد نظریے از روئے شریعت مطہرہ دونوں حق وصواب اور درست نہیں ہو سکتے۔ اور اسے احکام منصوصہ ناسخہ اور منسوخہ پر قیاس کرنا باطل اور مردود ہے کیونکہ وہ دونوں احکام شارع کی طرف سے ہوتے ہیں اور متقدم ومتاخر ہوتے ہیں اور یہاں ایسا ہرگز نہیں ہے لہذا صرف ایک موقف حق وصواب اور درست اور دوسرا غیر صحیح ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کونسا موقف حق وصواب ہے؟

تو اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف اور فیصلہ ازروئے شرع حق وصواب ہے۔ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک اس بات پر ایمان ضروری ہے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث نہیں ہے ان میں حضرت سیدہ فاطمہ وحضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔

اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد والی امت مسلمہ کے لیے اس موقف کی حقانیت پر متعدد دلائل شرعیہ ہو گئے

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کی نصوص صریحہ۔

کیونکہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی (مالی) میراث نہ ہونا صرف ایک ہی حدیث نبوی میں نہیں بلکہ متعدد احادیث مبارکہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۲) اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو اجماعِ امت کی اعلیٰ قسم ہے۔

ان دلائل شرعیہ سے اس عقیدہ کا قطعیات اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہونا ثابت ہو گیا جس پر ایمان لانا سب پر لازم اور ضروری ہے۔ اور یہ حقیقت اہل علم کے لیے کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ دو متضاد موقف اور نظریے جن میں سے ایک صریح نص کے موافق اور دوسرا مخالف ہو تو ان دونوں کے حق وصواب ہونے پر ایمان ممکن ہی نہیں۔

اب اگر اس پر ایمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تھی ہی نہیں اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف اور فیصلہ شریعت مطہرہ کے مطابق اور حق وصواب ہے۔ تو حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مسئلۂ میراث نبوی کے بارے میں اور مطالبۂ میراث کرنے میں مصیب نہ ہونے کا قطعی عقیدہ رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ عقیدہ نہ ہونے کی صورت میں احادیث نبویہ صریحہ: لا نورث ما ترکنا صدقۃ ،، انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ ،، انی لا اورث ،، وغیرھا من الاحادیث۔

اور اجماعِ صحابہ کرام بر عدم میراث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق وصواب ہونے پر ایمان ممکن ہی نہیں ہے۔

ایسے ہی حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا باقی تمام امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے جب حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ کیا کہ آپ سے ان کے حصۂ میراث کے بارے میں بات کریں تو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مقدس: "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" یاد دلانے سے انہوں نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری وکتب کثیرہ میں ہے۔

تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک سننے سے پہلے مسئلۂ میراث نبوی سمجھنے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجنے میں ان صاحبات طیبات طاہرات کے مصیبہ نہ ہونے کا قطعی عقیدہ ہونا بھی لازم اور ضروری ہے۔

تب حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" اور اس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف اور فیصلہ اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حق ہونے

پر ایمان متحقق اور ثابت ہوگا۔

تنبیہ: ان حضرات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ہر اس شخص پر لازم اور ضروری ہے جس کے علم میں یہ واقعات ہیں۔اس امر پر ائمۂ کرام اور علمائے اعلام کی نقول وتصریحات تلاش کرنا یا ان کا مطالبہ کرنا بے محل ہے اس لیے یہ حکم مذہب مہذب اہل السنت والجماعت کے قطعی اصول پر مبنی ہے اور بدیہیات سے ہے اس پر اقوال و نقول کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر تمام علمائے اعلام اور ائمۂ کرام کا یہی عقیدہ ہے اس لیے کہ جب اسلام اور مذہب اہل سنت میں اس کے خلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے تو ہمارے اسلاف کرام حضرات صحابہ کرام ومن بعدھم ائمۂ اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین قطعیات اسلام کے خلاف اور متضاد امر کے حق وصواب ہونے کا اعتقاد کیسے رکھ سکتے ہے؟

اور بالیقین حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراء وحضرت سیدنا علی مرتضیٰ و حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات طیبات طاہرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا بھی یہی قطعی اعتقاد تھا کہ ہمارا پہلا موقف: کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے۔حق وصواب اور درست نہیں تھا اس میں ہم مصیب نہیں تھے۔ اس لیے کہ کسی صاحبِ فہم سلیم کے نزدیک تو ممکن ہی نہیں ہے کہ یہ پیکر اخلاص نفوس قدسیہ اپنا موقف ارشادات نبویہ صریحہ کے خلاف ثابت ہوجانے کے باوجود یہ اعتقاد رکھیں کہ ہمارا موقف بھی از روئے شریعت مطہرہ حق وصواب اور درست تھا بیشک وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص صریح کے خلاف تھا اس لیے کہ وہ نص صریح ہمارے علم میں نہیں تھی یا علم میں تو تھی لیکن ہمیں نسیان ہوگیا تھا یا ہم اس نص کی تاویل کررہے تھے جو مرادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ثابت ہوئی لہذا ہم بھی مصیب تھے۔

سوال:

کیا کسی فقیہ اور مجتہد کے علم میں کوئی صریح نص نہ ہو اور وہ دیگر نصوص شرع میں غور وفکر کر کے ایک موقف اختیار کرلے جو صریح نص کے خلاف ہو تو یہ کہا جائے گا کہ اس کا بیان کردہ حکم بھی حق وصواب اور درست ہے اور یہ عالم بھی مصیب ہے اس سے اجتہادی خطا نہیں ہوئی کیونکہ یہ نص صریح اس کے علم میں نہیں تھی؟

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

گزارش ہے کہ جیسے ضروریات دین توحید ورسالت وختم نبوت پر ایمان فرض ہے تو ان کے منافی نظریات

کا انکار اور ان کے باطل اور غلط ہونے کا اعتقاد رکھنا بھی فرض ہے۔ بالفاظ دیگر ضروریات دین کے منافی نظریات کا انکار کرنا اور ان کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی ضروریات دین سے ہے تو ایسے ہی دیگر قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہل السنت والجماعت پر ایمان فرض ہے تو ان کے منافی نظریات کا انکار اور ان کے باطل اور غلط ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے۔

قطعیاتِ اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت کے منافی نظریات اور افعال کا انکار کرنا اور ان کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے۔ اسلام اور مذہب حق کے یہ قطعی اصول ہیں جن سے غافل ہونے کی کسی خادم دین متین کے لیے گنجائش نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے اسلاف کرام حضرات صحابہ کرام ومن بعدھم ائمۂ اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان سے غافل ہوں؟

البتہ اسلام کے احکام چونکہ بتدریج آئے ہیں نزول قرآن بھی تدریجی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ بھی اسی اسلوب پر ہیں۔

توجن نفوس قدسیہ نے حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصوص صریحہ کا علم نہ ہونے یا علم کے بعد نسیان ہو جانے یا کسی تاویل یا مغالطہ کی وجہ سے ان نصوص صریحہ کے خلاف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہونے کا موقف اختیار کیا یا اس کا تقاضا بھی کیا، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح نص سننے اور اس سے مرادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھنے پر اپنے موقف سے رجوع کر کے حق قبول کر لیا۔ ان کے بارے میں ہم یہی اعتقاد رکھیں گے کہ وہ اپنے پہلے موقف میں مصیب نہیں تھے لیکن جب اس واقعہ کے رونما ہونے پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ منظر عام پر آچکے سب کو آگاہی ہو چکی اس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع بھی ہو چکا۔ اس عقیدے کا قطعیات اسلام سے ہونا واضح ہو چکا، تو اس کے بعد بھی جو لوگ نہیں مانتے بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افتراء اور بہتان باندھ رہے ہیں وہ گمراہ ہیں کیونکہ ان کا کوئی عذر نہیں ہے وہ صرف ضد اور عناد کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں۔

ایسے ہی میراث نبوی نہ ہونے کا عقیدہ قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت سے ہونے اور اس پر ایمان فرض ہونے کی وجہ سے، اس کے منافی اور متضاد نظریہ: میراث نبوی ہونے کا موقف اختیار کرنے اور میراث نبوی کا مطالبہ کرنے کو قطعی اور یقینی خطا نہ جاننا اور اس مسئلہ میں ان حضرات کا خطا پر ہونا تسلیم نہ کرنا بلکہ اس

مسئلہ میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنے کو بہت بڑی جسارت اور بے ادبی قرار دینا اور ایسا قول کرنے والے پر علانیہ رجوع اور توبہ لازم ہونے کا فتویٰ صادر کرنا، قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب حق اہل سنت کے خلاف ہے اور میراث نبوی نہ ہونے کے عقیدہ قطعیہ پر ایمان نہ ہونے کے مترادف ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء اور بہتان ہے جس کی سنگینی اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ جب کہ کچھ لوگ اسلام اور مذہب مہذب کے قطعی اصول سے صرف نظر کر کے محض فرط عقیدت اور ذوق کی وجہ سے ضد کر رہے ہیں۔

یاد رکھیے اسلام ہمارے جذبات اور ذوق کے تابع نہیں ہے بلکہ اس کے اپنے اصول ہیں اور وہ سب پر لاگو ہوتے ہیں۔ ہم کسی کو مستثنیٰ نہیں کر سکتے یہ اختیار شارع علیہ الصلوۃ والسلام کو ہے۔

اگر تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی خصوصی فرمان مقدس ثابت ہے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہ ان سے مسائل شرعیہ کی تحقیق میں کسی قسم کی خطا واقع نہیں ہوسکتی تو وہ منظر عام پر لایا جانا چاہیے تاکہ سب آگاہ ہو جائیں اور اس بات کو بھی یقینی طور پر جان لینا چاہیے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا کوئی فرمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے

اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ممکن ہے کہ ان نفوس قدسیہ کا کوئی عذر ہو، اس کے باوجود اسلام کے قطعی اصول کے مطابق ان کا یہ موقف ازروئے شرع خطا ہونا قطعی ہے، تو معاصرین کا کیا عذر ہے کہ جب نصوص صریحہ اور اجماع صحابہ کرام کا علم بھی انہیں ہے اس کے باوجود نصوص صریحہ اور اجماع صحابہ کرام کے خلاف موقف کو ازروئے شرع خطا ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیعہ اور روافض کے نظریہ کی حقیقت:

شیعہ اور روافض کا یہ دعویٰ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث مال میں تھی سراسر باطل ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہنا کہ یہ حدیث: "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" انہوں نے خود گھڑی ہے اور اہل بیت کو حق نہ دیکر ان پر ظلم کیا ہے، بھی سراسر افتراء اور بہتان ہے۔

نیز اس حدیث کے راوی صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہیں ہیں بلکہ اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت ہے۔ حتیٰ کہ شیعہ اور روافض کی حدیث کی سب سے عظیم کتاب: "اصول الکافی" میں بھی یہ حدیث موجود ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مال میں وراثت نہیں ہوتی بلکہ علم میں

وراثت ہوتی ہے

ملاحظہ کریں۔شیعہ محدث ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸/۳۲۹ھ رقمطراز ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ : وان العلماورثۃالانبیاءان الانبیاءلم یورثوادینارا ولادرھماولکن ورثوا العلم فمن اخذ منہ اخذ بحظ وافر (اصول الکافی 34/1 مطبوعہ ایران)

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ نے ارشاد فرمایا: (تا) اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، بیشک انبیاء (کرام) نے دینار اور درھم کا وارث نہیں بنایا لیکن انہوں نے علم کا وراث بنایا ہے۔تو جس شخص نے علم سے کچھ اخذ کرلیا اس نے وافر حصہ اخذ کرلیا،،

اہل سنت دریافت کرتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث خود تیار کی ہے تو کیا حضرات ائمۂ اہل بیت بھی جعلی حدیثیں روایت کرتے تھے؟

جب حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث روایت کی ہے اور شیعہ کا عقیدہ ہے کہ ائمۂ اہل بیت معصوم ہیں ۔تو کیا امام معصوم نے بھی حضور نبی کریم ﷺ پر افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ ایک جعلی اور گھڑی ہوئی حدیث روایت کی ہے؟ نعوذ باللہ من ذلک۔اور وہ بھی شیعہ امامیہ کی صحاح اربعہ میں سے سب سے مستند اور اعلیٰ کتاب میں موجود ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ حدیث تو واقعی صحیح ہے البتہ صرف حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر طعن کرنے کے لیے صدیوں سے غلط بیانی کیئے جارہے ہیں۔

شیعہ تو قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کی لاریب اور محفوظ کتاب ہونے پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ان کی حدیث کی سب سے عظیم کتاب "اصول الکافی" میں ایک پورا باب ہے جس میں موجودہ قرآن کریم کا تحریف شدہ اور تبدیل شدہ ہونا ثابت کرنے کی سعی مذموم کی ہے۔۔ملاحظہ کریں۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال:ان القرآن الذی جاءبہ جبرئیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ سبعۃ عشر ألف آیۃ

(اصول الکافی 634/2)

ترجمہ: حضرت امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: بیشک وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد (مصطفی) صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف لائے تھے سترہ ہزار آیات تھیں

جبکہ مسلمانوں کے پاس جو قرآن ہے اس کی آیات سات ہزار سے بھی کم ہیں۔ لہذا شیعہ کے نزدیک یہ اصل قرآن نہیں ہے کیونکہ اصل تو وہی تھا جو جبرئیل علیہ السلام لائے تھے۔

عن الاصبغ بن نباتة قال۔ سمعت امیر المؤمنین علیہ السلام یقول: نزل القرآن اثلاثا: ثلث فینا و فی عدونا و ثلث سنن و امثال و ثلث فرائض و احکام۔ (اصول الکافی 627/2)

ترجمہ: اصبغ بن نباتہ نے کہا: میں نے امیر المؤمنین (حضرت علی مرتضی) علیہ السلام کو یہ کہتے سنا: کہ قرآن تین تہائیاں نازل ہوا ہے ایک تہائی ہمارے بارے میں اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں۔ اور ایک تہائی سنن اور امثال ہیں اور ایک تہائی فرائض واحکام ہیں"

اب اگر اصل قرآن سترہ ہزار آیات کا تھا تو اس کی ایک تہائی پانچ ہزار چھ سو آیات سے بھی زیادہ ہوئی جو اہل بیت اور ان کے دشمنوں کے بارے میں تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ قرآن کریم کے قریب تو اصل قرآن میں اہل بیت اور ان کے مخالفین کے بارے میں ہی آیات تھیں،

لہذا موجودہ قرآن تحریف شدہ اور تبدیل شدہ ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

عن سالم بن سلمة قال: قرأ رجل علی ابی عبداللہ علیہ السلام (الی ان قال) و اخرج المصحف الذی کتبہ علی علیہ السلام و قال: اخرجہ علی علیہ السلام الی الناس حین فرغ منہ و کتبہ فقال لھم: ھذا کتاب اللہ عزوجل کما انزلہ اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وقد جمعتہ من اللوحین فقالوا: ھوذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لا حاجة لنا فیہ۔ فقال اما واللہ ما ترونہ بعد یومکم ھذا ابداً، انما کان علی ان اخبرکم حین جمعتہ لتقرؤوہ (اصول الکافی 633/2)

ترجمہ:" سالم بن سلمہ نے کہا: ایک شخص نے حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام پر قرآن پڑھا (تا) اور امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) نے وہ مصحف نکالا جسے حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا اور فرمایا:

یہ مصحف حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں (صحابہ کرام علیہم الرضوان) کی طرف نکالا تھا جس وقت آپ اسے لکھ کر فارغ ہوئے تھے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل فرمایا ہے اور میں نے اسے دو تختیوں سے جمع کیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا: یہ ہمارے پاس مصحف جامع ہے اس میں قرآن ہے۔ جو آپ کے پاس ہے اس کی ہمیں کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا: آگاہ رہو، اللہ کی قسم تم اپنے اس دن کے بعد اسے کبھی نہ دیکھو گے، مجھ پر صرف یہی لازم اور ضروری تھا کہ جس وقت میں نے اسے جمع کر دیا ہے تو تمہیں باخبر کر دوں تا کہ تم اسے پڑھو"

لو قصہ ہی ختم ہوا شیعہ کے نزدیک اصل قرآن ہی غائب ہو گیا کیونکہ بزعم ان کے امام معصوم حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے حلف اٹھا کر کہا ہے کہ تم اسے کبھی نہ دیکھو گے۔

جب اصل قرآن ہی غائب ہے جس کی ایک تہائی تو صرف اہل بیت کی شان اور ان کے دشمنوں کے بارے میں تھی۔ تو موجودہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور لاریب و محفوظ کتاب ہونے پر شیعہ و روافض کا ایمان نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

راقم الحروف نے اختصار کے پیش نظر مزید عبارات پیش نہیں کیں ورنہ ان کی اس کتاب (جو گیارہ سو سال سے پہلے کی ہے) کے کتنے ہی اوراق بھرے پڑے ہیں جن میں نمونے پیش کیے ہیں کہ یہ آیت اصل میں اس طرح تھی یہ آیت اصل میں یوں تھی۔ مقصد یہ کہ موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر افتراء اور بہتان ہے کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کی ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك**۔

جب کہ اہل سنت کے نزدیک یہ تمام روایات ائمۂ اہل بیت پر افتراء اور بہتان ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلك**

جس مذہب کے اکابر اور اسلاف اتنے دلیر تھے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن اور تبرا کرنے کے لیے قرآن کریم کے بارے میں ہی ایسی روایات گھڑ کر ائمۂ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیں اور اہل اسلام کے پاس موجود قرآن پر ایمان ہی نہیں رکھتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خود حدیث تیار کرنے کا افتراء اور بہتان ان کے لیے کیا مشکل ہے؟ نہایت افسوس ہے کہ جس ذات اقدس نے اپنا ذاتی سارا مال اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دیا اس پر الزام لگاتے ہیں کہ اہل بیت کا مال انہیں نہ دیا۔ **لا حول و لا قوۃ الا باللہ**۔

وباللہ التوفیق

جب احادیث صحیحہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ مسئلۂ میراثِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جاننے میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وحضرت سیدنا علی مرتضیٰ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا تمام امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو غلط فہمی ہوئی تھی ان کا موقف حضور نبی کریم ﷺ کی صریح نص کے خلاف تھا اسی لیے تو انہوں نے حدیث نبوی سن کر اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا جب حضور نبی کریم ﷺ کی میراث کے بارے میں حضرت سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا موقف صریح نص کے خلاف ہونے کی وجہ سے صواب اور درست نہیں تھا تو مطالبۂ فدک وغیرہ بھی تو اسی موقف کی بنیاد پر تھا۔ تو لامحالہ وہ بھی صواب اور درست نہیں تھا۔ اور میراث کا سوال کرنے اور مطالبہ کرنے میں خطا پر ہونے کا بھی یہی معنی ہے کہ آپ کا موقف اور اس پر مبنی یہ مطالبۂ میراث صواب اور درست نہیں تھا اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔ مذہب اہل سنت کے قطعی اصول کے مطابق اس موقف کے خطا یعنی صواب اور درست نہ ہونے پر اجماعِ اہل سنت ہے۔

قرآن کریم میں بیان شدہ احکام میراث اگر آچکے تھے تو خاص طور پر حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں بھی آپ کے ارشادات عالیہ نصوص صریحہ کی صورت میں موجود تھے جو حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کے علم میں تھے اور حدیث: "لا نورث ما ترکنا صدقة" اس جماعتِ صحابہ کرام کے علاوہ تمام امہات المومنین نے بھی حضور نبی کریم ﷺ سے سنی تھی۔

اس لیے حضور نبی کریم ﷺ کی میراث کا مسئلہ بھی کوئی سربستہ راز نہیں تھا اس باب کی احادیث مبارکہ کے الفاظ کے تفاوت سے خوب واضح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف مجالس میں یہ حقیقت بیان فرمائی ہے اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اپنی میراث نہ ہونے کا حکم مختلف اوقات میں تعلیم فرمایا ہے۔

صحیحین میں حدیث ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سیدنا زبیر بن العوام اور حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا:

"انشدکم باللہ الذی بہ تقوم السماء والارض، ھل تعلمون ان رسول اللہ ﷺ قال:

لانورث ماتر کنا صدقة یرید رسول الله ﷺ نفسه؟ توتمام حضرات نے جواب دیا: قد قال ذلك
پھر سیدنا علی مرتضی اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: انشد کما بالله هل تعلمان ان رسول الله ﷺ قال ذلك؟ تو ان دونوں حضرات نے جواب دیا: قد قال ذلك

(صحیح البخاری: حدیث 5358 ص 956 مطبوعہ الریاض)

عن مالك بن اوس بن الحدثان قال:

قال عمر لعبد الرحمن و سعد و عثمان و طلحة و الزبير: انشد كم بالله الذی قامت له السموات والارض، سمعتم النبی ﷺ يقول: انا معشر الانبياء لا نورث ما تر كنا فهو صدقة قالوا: اللهم نعم

(سنن کبری للامام النسائی حدیث 6275 جلد 6 ص 98)

اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر ان اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سوال کیا ہے کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: "لا نورث ما تر كنا فهو صدقة" فرمایا ہے؟ توسب حضرات نے جواب دیا: یہ ارشاد مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرور فرمایا ہے۔
اور سنن کبریٰ کی حدیث میں ہے۔ سمعتم النبی ﷺ یقول: الحدیث
کیا تم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے؟ تو تمام حضرات نے جواب میں کہا: اللهم نعم "اللهم، ہاں ہم نے سنا ہے۔ اس روایت میں ان تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اس حدیث مبارک کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع (سننے) کی تصریح ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها: ان ازواج النبی ﷺ حين توفی رسول الله ﷺ اردن ان يبعثن عثمان الی ابی بكر يسألنه ميراثهن فقالت عائشة: اليس قال رسول الله ﷺ: لا نورث ما تر كنا صدقة

(صحیح البخاری ص 1162 حدیث 6830)

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جس وقت حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ کیا ،وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی میراث کا سوال کرنا چاہتی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا : کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا:"لا نورث ما ترکنا صدقة"

توحضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ ترک کر دیا جیسا کہ صحیح البخاری کی دوسری روایت میں تصریح ہے۔نیز دوسری روایت میں "ارسل ازواج النبی ﷺ عثمان الی ابی بکر" سے ارسال اور بھیجنے کا ارادہ کرنا مراد ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

فقلت لهن :الا تتقين الله ؟الم تعلمن ان النبی ﷺ کان یقول : لا نورث ما ترکنا صدقة ۔یرید بذلك نفسه ۔انما یأکل اٰل محمد ﷺ فی هذا المال

(صحیح البخاری،ص 681 حدیث 4034)

ترجمہ: تو میں نے انہیں کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی ؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے : "لا نورث ما ترکنا صدقة "اس کے ساتھ آپ اپنی ذات کا ارادہ فرماتے تھے۔ اٰل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال سے صرف کھائیں گے (بطور وراثت تقسیم نہیں کریں گے) صحیح البخاری کی اس حدیث مبارک کے الفاظ :الا تتقین الله ؟ کے بعد الم تعلمن ان النبی ﷺ کان یقول :لا نورث ۔الحدیث میں استفہام انکاری ہے ۔کیا تم نہیں جانتی یعنی تم جانتی ہو کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے "لا نورث ما ترکنا صدقة "الحدیث اسی وجہ سے اس سے پہلے فرمایا:الا تتقین الله ؟ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتی۔

اس حدیث مبارک کے الفاظ سے خوب واضح ہے کہ حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کرتی تھیں جب آپ فرماتے تھے "لا نورث ما ترکنا صدقة انما یاکل اٰل محمد فی هذا المال"

نیز صحیح البخاری وصحیح مسلم میں ہے:

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله ﷺ قال لا تقسم و رثتی دینارا ما ترکت بعد نفقة نسائی و مؤنة عاملی فهو صدقة (صحیح البخاری مع العمدة 27/15)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارث ایک دینار بھی تقسیم نہیں کریں گے (اس لیے کہ کوئی مال میں میرا وارث نہیں ہے)
میں جو جائیداد چھوڑ جاؤں میری بیویوں کے نفقہ اور عامل کے بقدر کفایت خرچہ کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہوگا۔
یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث نہ ہونے کے بارے میں احادیث نبویہ کی ایک جھلک ہے اور اگر صرف اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایات ہی جمع کی جائیں تو کلام طویل ہو جائے گا۔ اس لیے اب اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔

وباللہ التوفیق۔

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث صریحہ موجود ہو لیکن کوئی عالم فقیہ ان نصوص صریحہ کا علم نہ ہونے یا علم کے بعد نسیان ہو جانے یا علم کے بعد کسی تاویل کرنے کی وجہ سے اس مسئلہ کے بارے میں وہ موقف اختیار کرے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث صریحہ کے خلاف ہو۔ تو کیا کہا جائے گا کہ اس عالم فقیہ کا یہ موقف خطا نہیں ہے بلکہ صحیح اور درست ہے اس لیے کہ خاص اس مسئلہ کے بارے میں نصوص صریحہ جو تھیں وہ اس کے علم میں نہیں تھیں؟ یا یہ تاویل کر رہا تھا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیا یہ مذہب اہل سنت ہے یا کسی کا ذوق ہے؟

کیا احادیث نبویہ صریحہ میں بیان شدہ حکم شرعی کے متضاد حکم کو بھی از روئے شریعت صحیح اور درست قرار دیا جائے گا؟

جب کچھ دوسری شخصیات کے ساتھ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مسئلۂ میراث نبوی میں سہو ہو گئی تھی اور حدیث نبوی کا علم ہونے کے باوجود آپ نے اپنے موقف پر دلیل بھی دی جس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور میراث کا تقاضا بھی کیا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک سن کر ان تمام شخصیات نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا کسی نے فوری طور پر اور کسی نے تامل کے بعد۔ اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا۔ اور اس بات میں بھی کسی خادم دین متین کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ مسئلۂ میراثِ نبوی میں شریعت وہی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس ہے اور جس پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے وہی مذہب اہل سنت و جماعت ہے اس پر ایمان فرض ہے تو جو موقف شریعت کے متضاد ہے۔ اجماع صحابہ کرام کے خلاف ہے کیا

اس کے خطا ہونے میں بھی کوئی شبہ ہوسکتا ہے؟

جب حضور نبی کریم ﷺ کی مال میں میراث نہ ہونا قطعیات اسلام اورضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے ۔تو اس کے خلاف نظریے کے خطا ہونے اور صحیح اور درست نہ ہونے کا قطعی اعتقاد رکھنا بھی ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے ورنہ تو حضور نبی کریم ﷺ کی میراث نہ ہونے پر ایمان ممکن ہی نہیں ہے ۔

تو جتنا اس عقیدہ قطعیہ پر ایمان ضروری ہے اتنا ہی اس کے متضاد نظریہ کو خطا ماننا ضروری ہے ۔اور اس نظریہ پر مبنی مطالبۂ میراث میں خطا پر ہونا تسلیم کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے، اسلام میں اس کے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے ۔

تو محض اپنے ذوق کی پیروی میں اس کا نہ صرف انکار بلکہ اسے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بہت بڑی جسارت اور گستاخی قرار دینا بذات خود شریعت مطہرہ پر بہت بڑی جسارت ہے ۔

نعوذ باللہ من ذلك

ان نفوس قدسیہ نے اپنے پہلے موقف اور اس موقف پر مبنی مطالبۂ میراث سے رجوع کر کے اس حقیقت کا عملاً اعلان کر دیا کہ مسئلۂ میراثِ نبوی میں ہمارا موقف اور اس پر مبنی مطالبۂ میراث حدیث نبوی کے خلاف اور متضاد ہونے کی وجہ سے ہرگز صحیح اور درست نہیں تھا بلکہ خطا تھا اس لیے ہم نے اس سے رجوع کر لیا ہے ۔ہم نے خلاف اولیٰ سے رجوع نہیں کیا بلکہ خلافِ شرع سے رجوع کیا ہے، جس کا خطا ہونا قطعی اور یقینی ہے،

کیونکہ حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنا صدقة " سے متضاد نظریہ ہرگز شریعت نہیں ہے،

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

نتیجۂ کلام

جب مسئلۂ میراث نبوی میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موقف اور اس پر مبنی مطالبۂ میراث کا خطا ہونا قطعی ہے کیونکہ نص صریح کے معنی مقصودی کے خلاف ہے اور اس کے خطا ہونے پر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے اور میراث نبوی نہ ہونے کے عقیدہ قطعیہ (جو قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے) پر ایمان کے لیے اسے قطعی اور یقینی خطا جاننا لازم اور ضروری ہے ۔اور اس کو خطا نہ ماننا حدیث نبوی :"لا نورث ما ترکنا فهو صدقة " اور اجماع صحابہ کرام بر عدم میراث خیر الانام

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطا قرار دینے کے مترادف ہے۔جس کی سنگینی اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

تو ایک سنی عالم دین کے اسے خطا کہنے کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بہت بڑی جسارت اور بے ادبی قرار دیکر اس سے علانیہ رجوع اور توبہ لازم ہونے کا فتویٰ دینا، درحقیقت سنیت سے علانیہ رجوع اور توبہ کر کے رافضیت اختیار کرنے کا فتویٰ ہے۔**نعوذ باللہ من ذلك**

اس لیے جن سنی علماء ومشائخ نے قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہلِ سنت کے خلاف اس سنی فاضل سے رجوع اور توبہ کا تقاضا کیا یا لاتعلقی کا اعلان کیا یا انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گستاخ اور بے ادب جانا۔ان سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایسی سنگین بے احتیاطی پر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے میراث نبوی کے مسئلہ اور مطالبۂ میراث میں خطا پر ہونے کا اعتقاد اور اعتراف بھی لازم اور ضروری ہے۔

اور جن لوگوں نے مقدمے درج کروائے یا اسمبلی میں قرار داد پیش کی یا اس کی حمایت اور تائید کی یا حکمرانوں کو خطوط لکھے سب پر توبہ لازم ہے اور ان قرار دادوں اور مقدمات کا فوری خارج کیا جانا بھی لازم اور ضروری ہے۔نہایت افسوس ہے کہ اس پاک وطن جیسے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے نام پر حاصل کیا گیا ہے، کی سرزمین پر کفر وشرک کے مراکز قائم کرنے اور مندر تعمیر کرنے کے خلاف تو اسمبلی میں قرار داد پیش نہیں کی گئی، حالانکہ دار الاسلام میں مندر تعمیر کروانے کا اختیار اسلام نے کسی حکمران کو نہیں دیا۔کفر وشرک کو ختم کرنے کے لیے اپنی توانائی صرف کرنا اسلامی ریاست کے سلاطین کا فریضہ ہے نہ کہ خود ہی مندر بنانے شروع کر دیں۔

ایمانی غیرت کا جنازہ نکلنے والی بات ہے کہ انڈیا میں عظیم الشان شاہی مسجد (بابری مسجد) شہید کر دی گئی اور ہمارے حکمران خود انہیں مندر تعمیر کر کے دے رہے ہیں کیا مسلمانوں کی زمین اور پیسہ مندروں کیلئے ہے؟

پاک وطن کی سرزمین کسی حکمران کی جاگیر نہیں ہے کہ جیسے چاہے تصرف کرے۔وہ تو اس کا محافظ ہے اور وہ خادم اسلام ہوتا ہے نہ کہ خادم کفر۔اس لیے ضد نہ کی جائے شریعت مطہرہ کی حدود کا احترام کیا جائے۔بلکہ خود اسمبلیوں کے اندر ہی بڑی بڑی گستاخیاں کی جارہی ہیں ان کے خلاف کوئی قرار داد پیش نہیں کی گئی۔جبکہ اس سنی عالم دین نے صراحتاً تو درکنار اشارۃً اور کنایۃً بھی گستاخی کا ارتکاب نہیں کیا، بلکہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ بیان کیا ہے۔

اگر وہ شیعہ اور روافض کے عقیدہ کے مطابق گستاخی بنتی ہے جو اہل بیت کرام کو حضرات انبیاء کرام و

مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی افضل جانتے ہیں جو کفر ہے، تو انہیں اہل سنت کی مسلکی آزادی سلب کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟

جو لوگ قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کی لاریب اور محفوظ کتاب ہونے پر ایمان نہیں رکھتے (ان کے اکابر اور ائمہ کا یہی عقیدہ ہے اور موجودہ لوگ ان کو اپنا امام مانتے ہیں) اور حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اور بالخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فحش گالیاں دے رہے ہیں وہ باادب ہوگئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام حضرات اہل بیت وغیر اہل بیت علیہم الرضوان کی تعظیم وتکریم کرنے والے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غلامی کو سلطانی سے افضل جاننے والے بے ادب ہوگئے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**

اور جن لوگوں نے اس عالم دیں کے الفاظ تبدیل کر کے وہ الفاظ لکھے جو گستاخی کا جملہ بنتا ہے۔ "خطا پر تھیں" کو خطا کار تھیں،، بتا کر مقدمہ درج کروایا ایسے لوگ سزا کے مستحق ہیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا مسلک واضح بیان کرنا اور مخالفین کے جھوٹے الزامات کی اصل حقیقت بتانا علمائے اہل سنت کا فریضہ ہے۔ اس لیے اہل سنت کے اجماعی عقائد اور مسائل بیان کرنے سے منع کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جاسکتی خواہ وہ علانیہ روافض ہوں یا سنیت کے لبادے میں اندر سے رافضی ہوں (اجماعی کا حوالہ صورت واقعیہ کے تناسب سے ہے) یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم نہیں تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معصومہ نہیں تھیں بات درست ہے لیکن اس سے عوام الناس چھوڑ کر اکثر مولوی صاحبان بھی اصل مسئلہ اور عقیدہ قطعیہ نہیں سمجھ سکتے۔ اگر انہوں نے سمجھا ہوتا تو پھر یہی کچھ ہونا تھا جو ہوا ہے۔ بے شک ان میں سنیت کے لبادے میں رافضی بھی ہیں لیکن بہت سارے مخلص بھی اسی غلطی میں واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے وضاحت سے بیان کرنا ضروری ہے۔ خطا کو صواب نہیں کہہ سکتے۔ افسوس ہے کہ قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت بھی اچھی طرح معلوم نہیں ہیں لیکن علماء کو گستاخ قرار دینے پر بڑے دلیر ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بالخصوص تمام علمائے اہل سنت کو اپنی ذمہ داری کا احساس اور اس سے عہدہ برآ ہونے کی سعادت بخشے۔ **آمین یارب العالمین۔**

آخر میں گزارش ہے کہ مسئلۂ میراث نبوی میں حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موقف کی شرعی حیثیت اور مذہب اہل سنت و جماعت بیان کرنے سے مقصود حق کا اظہار اور بیان اور ان فضلاء کی توجہ حقیقت واقعیہ کی طرف مبذول کروانا ہے جو اس مسئلہ میں غلط فہمی کا شکار ہو چکے ہیں۔
بڑی امید ہے کہ وہ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبول حق اور اس کے اظہار و بیان میں تاخیر نہیں کریں گے۔

اور جید علماء کرام اس کو پڑھ کر پوری طرح مطمئن ہونے کی صورت میں اپنی تحریری اور تقریری تصدیق و تصویب اور تائید و توثیق منظر عام پر لائیں اور نوجوان حضرات اگر یہ تحریر بزرگ علمائے کرام تک خود لے جائیں اور پڑھ کر ان کے مطمئن ہونے کی صورت میں ان کی تحریری تصدیق و تصویب مندرجہ ذیل ایڈریس پر ارسال کریں تو اس سے بہت سارے لوگوں کا بھلا ہوگا۔ **واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم**

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت والیہ انیب و ما علینا الا البلاغ المبین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیہم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

حررہ العبد الفقیر الی اللہ الغنی الکریم

نذیر احمد السیالوی عفی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد پاکستان

23 ذوالقعدۃ 1441ھ موافق 15.07.2020ء

hafizumarsialvi@gmail.com

WhatsApp:03008092933